

## نظیرا کبر آبادی اور 'آدمی نامہ'

نظیرا کبر آبادی کا نام شیخ ولی محمد اتوخلص نظیر ہے۔ نظیر کی پیدائش ۱۷۳۶ء میں دہلی میں ہوئی۔ لیکن وہ اکبر آباد (آگرہ) منتقل ہو گئے۔ ان کے والد کا نام محمد فاروق تھا۔ محمد فاروق کی بارہ اولادیں ہوئیں لیکن ان میں صرف نظیرا کبر آبادی ہی زندہ رہے۔ وہ چھوٹے ہی تھے کہ ان کے والد انہیں لے کر آگرہ چلے آئے اور محلہ تاج گنج میں سکونت پذیر ہوئے۔ یہیں مکتب میں انہوں نے عربی و فارسی پڑھی۔ طبیعت شاعرانہ تھی اس لئے جلد ہی شعر کہنے لگے۔ نظیر صوفی منش تھے۔ قاپسند انسان تھے۔ انہوں نے معلمی کا پیشہ اختیار کر رکھا تھا۔ حکمرانوں نے دعوت بلا ناچاہا لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔ آخری عمر میں ان پر فالج پڑا اور ۱۸۳۰ء کو آگرہ ہی میں انتقال کیا۔

نظیرا کبر آبادی عوامی شاعر تسلیم کئے جاتے ہیں۔ وہ اولین نظم نگار شاعر ہیں اور اپنے رنگ و ڈھنگ اور آب و تاب میں یکتا ہیں۔ حالانکہ نظیر کا تعلق جس عہد سے اس میں دہستان دہلی ہو کر لکھنؤ کی ممتاز شعر امنظر نامے پر موجود تھے مثلاً میر، سودا اور درود غیرہ لیکن نظیر نے اپنی الگ راہ نکالی اور اسی راہ پر چلتے رہے اور یہی ان کی شناخت بنی۔ اسی سے ان کی انفرادیت قائم ہے۔ وہ میلیوں ٹھیلوں، بازار، ہولی دیوالی جیسے تہواروں کا ذکر کر کے عوام کی دلچسپی کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ ان کی ایک نظم برسات بھی ہے جو خاصی دلچسپ ہے۔

نظیرا کبر آبادی ایک سماجی انسان تھے اور زندگی اور سماج کے ہر پہلو پر گہری نظر رکھتے تھے۔ انہوں نے ذہن رسایا تھا اس لئے جو کچھ محسوس کرتے ہوئے اسے آسان اور عوامی زبان میں برملا پیش کرتے دیتے تھے۔ نظیر کے یہاں فلسفہ اور تغزل نہیں پایا جاتا۔ وہ اپنی بات کو بغیر کسی لفظی اور معنوی الجھاؤ کے سیدھے سادے انداز میں اور عوامی لفظوں کے سہارے بیان کر دیتے ہیں جسے کم پڑھا لکھا یا ان پڑھ آدمی بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ انہوں نے ہندوستان کے مختلف مذاہب کے بزرگوں کی شان میں بھی نظیمیں لکھی ہیں۔ مثلاً خواجہ معین الدین چشتی اور گرو نانگ وغیرہ پر پراثر اور کامیاب نظیمیں لکھی ہیں۔ نظیرا کبر آبادی پر ایک زمانے تک صرف نظری کا گرد پڑا رہا لیکن عبدالغفار شہباز نے ”زندگانی“ نے نظیر کی نظم نگاری کی طرف خاطر خواہ توجہ دی گئی اور انہیں عوامی شاعر کے طور پر پیش کیا گیا۔ ان کی ادب کا درخششدار ستار قرار دیا جس کے بعد نظیر کی نظم نگاری کی طرف خاطر خواہ توجہ دی گئی اور انہیں عوامی شاعر کے طور پر پیش کیا گیا۔ ان کی شاعرانہ خوبیوں کی بناء پر انہیں لسانِ الحصر، اردو شاعری کا چاسر اور شیکسپیر جیسے القابات دئے گئے۔ جب کہ مجنوں گور کھپوری کہتے ہیں کہ انہیں نظیر کی شاعری دیکھ کر پہلی مرتبہ محسوس ہوا کہ شاعر کا تعلق روئے زمین سے ہے:

”نظیر پہلے شاعر تھے جن کو میں نے زمین کی پرکھترے زمین کے متعلق بات چیت کرتے ہوئے پایا اور

پہلی مرتبہ میں نے محسوس کیا کہ شاعری کا تعلق روئے زمین سے بھی ہے۔“

معروف ادیب اور نقاد پروفیسر اختر اور یونیورسٹی نظیر کی شاعری کے تعلق سے کہا تھا کہ

نظیر نے جتنا (عوام) کے سورج سے اپنی زندگی اور شاعری کا دیا جلا یا ہے۔

جب اردو شاعری گل و بلبل کے مضامین کے گرد گھوم رہی تھی ایسے میں نظیرا کبر آبادی نے نظم کو عوام کی دلچسپیوں سے براہ راست جوڑا۔ اور اردو نظم کو بلند یوں پر پہنچایا۔ اس میں شاعر کی روح رچی بسی ہوئی ہے۔ وہ عوام سے عوام کی بات کرتا ہے۔ نظیر کی شاعری کی یہی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔

نظیرا کبر آبادی منظر نگاری میں بھی یہ طویل رکھتے ہیں۔ وہ جو منظر دکھانا چاہتے ہیں اس کی آئینہ سامانی بخوبی کرتے ہیں۔ یہ

کہا جاسکتا ہے کہ نظیر اکبر آبادی لفظوں کے ذریعہ مصوری کرتے ہیں۔ ان کی نظم برسات ہو یا ہولی یا عید سب جگہ نظیر کافن بولتا ہو انظر آتا ہے۔ نصاب میں شامل ان کی نظم آدمی نامہ کا یہ بند ملاحظہ فرمائیں اور محسوس کریں کہ نظیر اکبر آبادی نے کس خوبی سے انسان کی فطرت بیان کی ہے اور اس میں ظراحت کی چاشنی بھی ڈال دی ہے۔

مسجد بھی آدمی نے بنائی ہے یاں میاں  
بنئے ہیں آدمی ہی امام اور خطبہ خواں  
پڑھتے ہیں آدمی ہی قرآن اور نماز یاں  
اور آدمی ہی ان کی چراتے ہیں جوتیاں  
جو ان کو تاثرا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

اسی قسم کی ان کی نظم کلچر ہے جس میں انسان کی فطرت کی بخوبی عکاسی کی گئی ہے۔ ان کی نظم بخارہ نامہ بھی خوب ہے۔ اس کے کئی اشعار بے حد مشہور ہیں۔ مثلاً

سب ٹھانٹھ پڑا رہ جائے گا جب لاد چلے گا بخارہ  
انسان ہوں اور لائچ کا چباری ہے۔ اسے دنیا کی محبت دن رات الجھائے رکھتی ہے اور وہ موت کو بھی بھول جاتا ہے کہ نہ جانے کب موت آجائے اور سب کچھ دھرا کا دھرارہ جائے۔ انسان کی اس غفلت پر تنیبہ کرتے ہوئے نظیر نے اس نظم کا آغاز اس انداز میں کیا ہے:  
مکھ حرص وہا کو چھوڑ میاں مت دیں بدیں پھرے مارا  
قزاق اجل کا لوٹے ہے دن رات بجا کر نقارا  
کیا بدھیا بھینسا بیل شتر کیا گو میں پلا سر بھارا  
کیا گیہوں چانوں موٹھ مڑ کیا آگ دھواں اور انگارا  
سب ٹھانٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بخارا

جہاں تک شامل نصاب نظم آدمی نامہ کی بات ہے تو یہ اردو کی ایک معروف و مقبول اور اہم نظم ہے جس میں آدمی کی عظمت کا احساس دلائکرنا سے اپنی حقیقت پہچاننے اور اس کے مطابق انسانیت کی خدمت کرنے کی رغبت دلائی گئی ہے۔ نظم کا مرکزی خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا نسب بنا کر بھیجا ہے اور اس کی زندگی کا کچھ مقصد ہے لیکن اس دنیا میں انسان مختلف کاموں میں مصروف ہے۔ وہ چھوٹا بڑا اچھا براہ طرف کا کام کیا ہے۔ انسان جو تے بھی چراتا ہے اور جو تے چرانے والے کو تاثر نے والا بھی آدمی ہے۔ شاعر کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اچھائیوں اور برائیوں کا پتلا ہے۔ وہ اچھا کام بھی کرتا ہے اور برکام بھی کر رہا ہے اسی سے اس کی پہچان بھی ہوتی ہے۔ یہاں شاعر کا مدعایہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ نے انسان کو پیدا کیا۔ اور سب اسلام کی فطرت پر بھی پیدا ہوتے ہیں لیکن انسان کے کردار اور اطوار میں فرق کیوں ہے؟ انسان نے اس دنیا میں اچھائیاں کی ہیں تو برائیاں بھی اسی نے پیدا کی ہیں۔

نظم آدمی نامہ کا پہلا بند اس طرح شروع ہوتا ہے کہ دنیا میں بادشاہ ہو یا فقیر سب آدمی ہیں۔ یعنی سب گوشت پوست اور ہڈی سے بنی ہوئی ایک ایسی مخلوق ہے جسے قادر مطلق نے خاص طور پر بنایا۔ اور اس آدمی کے کھانے پینے اور عیش و آرام کے لئے خدا نے بہت سی چیزیں بھی پیدا کیں لیکن کوئی آدمی ایسا ہے جو دانے کو محتاج ہے اور بھیک کی روٹی پر گزر کر رہا ہے۔ شاعر کے ذہن میں یہ سوال کلبلا رہا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟ کیوں ایک انسان دولت پر دولت جمع کر رہا ہے اور دوسرا انسان بھوکوں مر رہا ہے۔

دوسرے بند میں انسان کی الگ الگ خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ وہ بھی آدمی ہے جو دوسرے کے لئے اپنی جان تک پچاہوں کر دیتا ہے اور وہ بھی آدمی ہے جو دوسرے کی جان لے لیتا ہے۔ وہ بھی آدمی ہے جو دوسرے کی پگڑی اچھاتا ہے یعنی عزت کو پامال کرتا ہے اور وہ بھی آدمی ہے جو کسی مصیبت اور پریشانی میں اپنی مدد کے لئے دوسرے کو پکارتا ہے۔ اس میں امیر و غریب، کمزور و طاقت اور

مظلوم اور دادرسی کرنے والے ہر طرح کے انسان کا ذکر آگیا ہے۔

تیسرا بند میں شاعر نے بازار کا رخ کیا ہے۔ بازار میں مختلف قسم کی دکانیں ہوتی ہیں جو آدمی ہی چلاتے ہیں اور وہاں خریداری کرنے کے لئے آنے والے بھی آدمی ہی ہوتے ہیں لیکن یہ بھانت بھانت کے انسان ہوتے ہیں۔ بازار میں بہت سی دکانیں ایسی ہوتی ہیں جہاں خریداروں کی بھیڑ ہوتی ہے اور ایسی بھی ہوتی ہیں جہاں خریدار نہیں ہوتے۔ حالانکہ اس دکان کا مالک بھی آدمی ہی ہوتا ہے۔ اسی بازار میں کوئی سامان فروخت کرنے کے لئے آوازیں لگا رہا ہے تو کوئی پیسے وصول کر رہا ہے۔ الغرض مختلف قسم کے لوگ ہیں۔ ان میں بعض پست ہیں تو بعض بہت بلند مرتبہ ہیں۔ اسی طرح انسان کی رنگت بھی ہوتی ہے۔ کسی کارنگ سیاہ ہے تو کوئی چاند کی طرح گورا ہے۔ یعنی خوبصورت بھی ہیں اور بد صورت بھی۔ شاید اسی سے دنیا میں رنگارنگی ہے۔

شاعر نے اس نظم میں چوروں بد معاشوں اور لڑیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور ساتھ ہی چوروں کو پکڑنے والے سپاہی کا بھی ذکر کیا ہے۔ شاعر نے پیر اور مرید کا بھی حوالہ دے کر کہا ہے کہ وہ بھی آدمی ہی ہیں۔

ایسے میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر شاعر یہ کیوں کہتا ہے کہ چھوٹا کام کرنے والا ہو یا بڑا۔ امیر ہو یا غریب جب سب آدمی ہیں تو پھر آدمی آدمی میں فرق اور تفرقة کیوں ہے؟ اور ایک آدمی دوسرے آدمی کے خون کا پیاسا کیوں ہے۔ یعنی شاعر اس نظم کے اس ذریعہ یہ پیغام دینا چاہتا ہے کہ جب سب آدمی ہیں تو پھر سب کو مل جل کر ہنا چاہئے۔ یہی انسانیت ہے اور اسی سے بہتر سماج وجود میں آتا ہے۔

ذیل میں نظیراً کبراً بادی کی نظم 'آدمی نامہ' دی جاتی ہے۔ طلباء پڑھیں اور اس کے اشعار یاد کریں:

### نظم 'آدمی نامہ'

دنیا میں پادشہ ہے سو ہے وہ بھی آدمی  
اور مفلس و گدا ہے سو ہے وہ بھی آدمی  
زردار بے نوا ہے سو ہے وہ بھی آدمی  
نعمت جو کھا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی  
ٹکڑے چبا رہا ہے سو ہے وہ بھی آدمی  
ابدال، قطب و غوث، ولی آدمی ہوئے  
منکر بھی آدمی ہوئے اور کفر کے بھرے  
کیا کیا کر شے کشف و کرامات کے لیے  
 حتیٰ کہ اپنے زهد و ریاضت کے زور سے  
 غالق سے جا ملا ہے سو ہے وہ بھی آدمی  
 فرعون نے کیا تھا جو دعویٰ خدائی کا  
 شداد بھی بہشت بنا کر ہوا خدا  
 نمود بھی خدا ہی کہاتا تھا بر ملا  
 یہ بات ہے سمجھنے کی آگے کھوں میں کیا  
 یاں تک جو ہو چکا ہے سو ہے وہ بھی آدمی  
 کل آدمی کا حسن و قبح میں ہے یاں ظہور

شیطان بھی آدمی ہے جو کرتا ہے مکر و زور  
اور ہادی رہنما ہے سو ہے وہ بھی آدمی  
مسجد بھی آدمی نے بنائی ہے یاں میاں  
بنتے ہیں آدمی ہی امام اور خطبہ خواں  
پڑھتے ہیں آدمی ہی قرآن اور نمازیاں  
اور آدمی ہی ان کی چراتے ہیں جوتیاں  
جو ان کو تاثرا ہے سو ہے وہ بھی آدمی  
یاں آدمی پہ جان کو دارے ہے آدمی  
اور آدمی پہ تنخ کو مارے ہے آدمی  
پگڑی بھی آدمی کی اتارے ہے آدمی  
چلا کے آدمی کو پکارے ہے آدمی  
اور سن کے دوڑتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی  
چلتا ہے آدمی ہی مسافر ہو لے کے مال  
اور آدمی ہی مارے ہے پھانسی گلے میں ڈال  
یاں آدمی ہی صید ہے اور آدمی ہی جال  
سچا بھی آدمی ہی نکلتا ہے میرے لال  
اور جھوٹ کا بھرا ہے سو ہے وہ بھی آدمی  
یاں آدمی ہی شادی ہے اور آدمی بیاہ  
قاضی وکیل آدمی اور آدمی گواہ  
تاشے بجاتے آدمی چلتے ہیں خواہ مخواہ  
دوڑے ہیں آدمی ہی تو مشعل جلا کے راہ  
اور بیاہنے چڑھا ہے سو ہے وہ بھی آدمی  
یاں آدمی نقیب ہو بولے ہے بار بار  
اور آدمی ہی پیاڑے ہیں اور آدمی سوار  
حقة صراحی جوتیاں دوڑیں بغل میں مار  
کاندھے پہ رکھ کے پاکی ہیں دوڑتے کھار  
اور اس میں جو پڑا ہے سو ہے وہ بھی آدمی  
بیٹھے ہیں آدمی ہی دکانیں لگا لگا  
اور آدمی ہی پھرتے ہیں رکھ سر پہ خونچا  
کہتا ہے کوئی لوکوئی کہتا ہے لا رے لا  
کس کس طرح کی بیچیں ہیں چیزیں بنا بنا  
اور مول لے رہا ہے سو ہے وہ آدمی

طبلہ مجھے دائرے سارے نگیاں بجا  
گاتے ہیں آدمی ہی ہر اک طرح جا بجا  
رنڈی بھی آدمی ہی نچاتے ہیں گت لگا  
اور آدمی ہی ناچے ہیں اور دیکھ پھر مزا  
جو ناق دیکھتا ہے سو ہے وہ بھی آدمی  
یاں آدمی ہی لعل و جواہر میں بے بہا  
اور آدمی ہی خاک سے بدتر ہے ہو گیا  
کالا بھی آدمی ہے کہ الٹا ہے جوں تو  
گورا بھی آدمی ہے کہ ٹکڑا ہے چاند سا  
بد شکل بد نما ہے سو ہے وہ بھی آدمی  
اک آدمی ہیں جن کے یہ کچھ زرق برق ہیں  
روپے کے جن کے پاؤں ہیں سونے کے فرق ہیں  
جھمکے تمام غرب سے لے تا بہ شرق ہیں  
کم خواب تاش شال دوشالوں میں غرق ہیں  
اور چیتھڑوں لگا ہے سو ہے وہ بھی آدمی  
حیراں ہوں یارو دیکھو تو کیا یہ سوانگ ہے  
اور آدمی ہی چور ہے اور آپی تھانگ ہے  
ہے چھینا چھٹی اور بانگ تانگ ہے  
دیکھا تو آدمی ہی یہاں مثل رانگ ہے  
فولاد سے گڑھا ہے سو ہے وہ بھی آدمی  
مرنے میں آدمی ہی کفن کرتے ہیں تیار  
نہلا دھلا اٹھاتے ہیں کاندھے پہ کر سوار  
کلمہ بھی پڑھتے جاتے ہیں روتے ہیں زارزار  
سب آدمی ہی کرتے ہیں مردے کے کاروبار  
اور وہ جو مر گیا ہے سو ہے وہ بھی آدمی  
اشراف اور کینے سے لے شاہ تا وزیر  
یہ آدمی ہی کرتے ہیں سب کار دل پذیر  
یاں آدمی مرید ہے اور آدمی ہی پیر  
اچھا بھی آدمی ہی کہاتا ہے اے نظیر  
اور سب میں جو برا ہے سو ہے وہ بھی آدمی

ڈاکٹر تو قیر عالم

شعبۂ اردو، مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونورسٹی، پٹنسہ